نجم الاسلام :

مخبرالواصلین اور آٹھ رسائلِ طب پر مشتمل ایک قلمی مجموعہ

سید ابوالعلاء اکبرآبادی (م ۱۰۶۱ ھ) پر فاضلِ گرامی ڈاکٹر نذیر احمد کا ایک مقالہ ، جو رسالۂ تحقیق کے اسی شمارۂ ہشتم میں شامل ہے ، راقم کے مطالعے میں کئی بار آیا ہے۔ اس کے مآخذ میں ایک " مخبرالواصلین " ہے۔ جو اسمِ تاریخی (۱۰۹۰ ھ) ہے اور محمد فاضل ترمذی اکبرآبادی کی تصنیف ہے ، اس پر اضافے ۱۰۹۶ ھ تک کے کتاب میں موجود ہیں۔ اس کتاب کو دیکھنے کی شدید خواہش تھی - حسنِ اتفاق سے اسی زمانے میں اس کا ایک قلمی نسخہ جسے سندھ میں ۱۲۹۲ ھ میں کتابت کیا گیا ہے مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے پاس ملاحظے کے لیے آیا۔ دراصل یہ نو مختلف رسائل کا مجموعہ ہے اور ان میں سے اولین "مخبرالواصلین" ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب کی خواہش کے مطابق اس قلمی مجموعے پر ایک تعارفی مضمون پیش کیا جاتا ہے۔ مجموعے کے مشتملات یہ ہیں :

۱- مخبرالواصلین (فارسی)

۲- کتاب فی الطب (بزبانِ عربی)

۳- رسالہ در علم طب مسمّی بہ نافع الخلق (فارسی)

۴- رسالۂ خواصِ نباتات ہندیہ و سندیہ (فارسی)

۵- رسالۂ اسامی الادویہ (فارسی)

۶- اوراقِ منافع الخلق (فارسی)

۷- رسالۂ علم الامراض (شاہ ارزان کے عربی رسالے " حدود الامراض کا فارسی ترجمہ)

۸- فرہنگِ مذکر الاطباء (فارسی)

۹- کتاب دربیانِ نبض مع جدول (فارسی)

اب ہر ایک کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱- مخبرالواصلین :

ہمارے پیشِ نظر مجموعے میں یہ منظوم فارسی رسالہ ۷۶ اوراق پر آیا ہے۔ اس میں قطعاتِ تاریخی کی صورت میں بقیدِ شمار ۲۰۴ واصلین کی تاریخِ وصال نظم کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں ،

ان سے قبل ایک منثور دیباچہ ، شعر گوئی کے جواز میں ایک مثنوی اور فہرستِ اسامی گرامی ہے۔ اس کے بعد رسالے کے دیگر متعلقات (حمد ، نعت ، منقبت چار یار ، وصفِ کتاب مخبرالواصلین) آتے ہیں۔ پھر بقیدِ شمار جن ۲۰۴ واصلین کی تاریخِ وصال کے قطعات درج ہیں ، ان میں اوّل تاریخِ وصال حضرت خاتم الانبیاء ہے ، اور آخری یعنی دو صد و چہارم تاریخِ وصال خواجہ وقار محرم خاں (۱۰۹۵ ھ) ہے - اس کے بعد بھی قطعاتِ تاریخ کے اضافے ہیں جو شمار میں شامل نہیں - اور کچھ اضافات منثور بھی ہیں جن میں "نسب نامہ حضرت سیّد السّادات " ہے۔ اضافے سنہ ۶۵۶ ہجری پر منتج ہوتے ہیں جو ہلاکو خاں کی سلطنت کا سال ہے۔ اس کے بعد ترقیمہ آتا ہے جو یہ ہے :

" تمت بالخیر این کتاب مخبرالواصلین برائے مطالعہ بزرگ میاں سیف اللہ از دست بندہ گنہگار شرمسار و امید وار در لطفِ پروردگار بندہ امید علی قوم نظامانی صورت اتمام یافت بتاریخ ہژدہم شہر محرم سنہ ۱۲۹۲ ھ روز شنبہ وقت یک و نہم پاس الحمد للہ والمنہ -"

ترقیمے کے بعد کاتب نے سندھ کے مشہور صوفی بزرگ اور شاعر اعظم شاہ عبداللطیف بھٹائی کی تاریخِ وصال کا قطعہ بھی درج کیا ہے جو عنوان سرخ کے ساتھ یہ ہے :

" تاریخ وصال حضرت مرشد مکمل فیاض الزمان شاہ صاحب سید میاں عبداللطیف شاہ بھٹائی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔"

شاہ صاحب ذوالمواہب سید عبداللطیفؒ

آنکہ قطبِ وقت خود بودہ است از مردانِ حق

چوں ز جام ارجعی مخمور نوش وصل شد

گفت ملہم غیب سال رحلتش " رضوانِ حق "

(۱۱۶۴ ھ)

اب مخبرالواصلین کے دیباچے سے حاصل ہونے والی معلومات پیش کی جاتی ہیں - مصنف دیباچے میں اپنا نام یوں لاتا ہے:

" ابوعبداللہ محمد فاضل ابن سید احمد ابن سید حسن الحسنی ترمذی الاکبر آبادی المدعو بمظہرالحق "

(ورق ۱ / الف)

۱۹ سال سے کچھ اوپر کی عمر میں ، جب کہ وہ علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہو چکا تھا ، اس منظوم تصنیف کا آغاز کیا۔ نام مخبرالواصلین (۱۰۶۰ ھ) سے اس کی تاریخِ آغاز نکلتی ہے کسی سبب سے یہ تصنیف ناتمام رہی ، پھر ۳۵ سال بعد یعنی ۱۰۹۵ ھ میں مصنف نے فرزند ارجمند

سید عبداللہ کی خواہش پر ایک ہفتے میں اس کو بڑی حد تک مرتب کر لیا مگر بقولِ مصنف اس کی تاریخِ انجام پھر بھی انجامِ قیامت کی طرح حدِ انصرام کو نہ پہنچی۔ اس میں اضافے ہوتے رہے۔ ۱۰۹۶ھ تک کی تاریخیں موجود ہیں۔ غالباً اس کے بعد مصنف کی وفات ہو گئی۔ مصنف کے ایک حقیقی بھائی میر سید محمد عاقل بھی تھے جن کی تاریخِ وصال (۱۰۹۲ھ) کے تین قطعات نمبر شمار ۱۹۱ کے تحت ملتے ہیں۔ پہلا قطعہ ۱۵ اشعار کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے ان کے اس بھائی نے ۴۵ سال کی عمر پائی (بہ اعداد "مہ" سال عمرش بہ بین) یعنی میر سید محمد عاقل کا سنہ ولادت ۱۰۴۷ھ ہے جب کہ میر سید محمد فاضل کا سنہ ولادت ۱۰۴۴ھ ٹھہرتا ہے کیونکہ "مخبرالواصلین" کی تاریخ آغاز (۱۰۶۰ھ) کے وقت وہ دیباچے کی صراحت کے مطابق ۱۶ سال کے تھے۔ وہ اپنے بھائی میر سید محمد عاقل سے تین سال بڑے تھے۔ صاحبِ "مخبرالواصلین" نے میر سید ابوالعلاء اکبر آبادی (م ۱۰۶۱ھ) کے حینِ حیات "مخبرالواصلین" کی تصنیف کا آغاز کیا تھا۔ اس لیے میرابوالعلاء (م ۱۰۶۱) اور ان کے بیٹے میر فیض اللہ (م ۱۰۸۱ھ) کے قطعاتِ تاریخِ وصال معاصر شہادت کا حکم رکھتے ہیں۔ بلکہ ۱۰۶۰ھ سے کچھ قبل کی، اور بعد کی سب تاریخیں ان کے اپنے زمانے میں وصال پانے والوں کی ہیں۔ نمبرشمار ۱۳۳ پر مصنف نے اپنے والد میر سید احمد (م ۱۰۶۲ھ) کا قطعۂ تاریخِ وصال درج کیا ہے۔ یہ خاصا طویل ہے اس میں اپنے والد کے بارے میں بتایا ہے کہ سیال کوٹ ان کا مولد اور اکبر آباد ان کا مسکن تھا لیکن ان کے جدِ کلاں ترمذی تھے۔ وہ نسباً جعفری حسینی تھے۔ پھر شجرہ نظم کیا ہے۔ اپنے متعلق وہ کہتے ہیں کہ میرا مولد و مسکن اکبر آباد ہے، دیکھا چاہیے کہ یہی مدفن بھی بنتا ہے یا کوئی اور خطہ۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان کے اجداد عرب سے ایران آئے تھے، وہاں سے توران گئے، اور پھر ہندوستان پہنچے۔

مصنف نے اپنے مرشد "حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی شیخ الشیوخ شیخ بھکری قدس سرہٗ" (م ۱۰۶۷ھ) کا قطعۂ تاریخِ وصال بھی خاصا طولانی نظم کیا ہے جو آٹھ اوراق پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں مرشد کی مدح کے علاوہ، چند ذیلی عنوانات سرخ ("درنکوہش مقلدان بطریق وعظ"۔ "فی التواحید"۔ "فی التضمین"۔ "درنکوہش علمائے باطل"۔ درنکوہش مردم کہ فخر از آباء و اجداد کنند"۔ "فی المثل"۔) بھی آتے ہیں۔ پہلے ذیلی عنوان کے ذیل میں سماع و غنا سے بحث ہے اور اس کی بنیاد امام غزالی کی تصریحات پر رکھی ہے، رقص کے ذیل میں صراحت کی ہے کہ خواجہ معین الدین اور شکر گنج اور نظام الدین اور قطب اوشی پر وجد و رقص کی تہمت قابلِ یقین نہیں۔ اگر ان کو سماع و حالت ہو تو تمھیں کیا معلوم کہ وہ کس طرز کا تھا۔ علمائے باطل کی مذمت میں بھی متعدد شعر کہے ہیں جن کا مقصود یہ ہے کہ ہمارے شیخ کا یہ حال نہیں تھا، وہ صاحبِ عمل تھے اور مکروحیل سے پاک۔ "فی المثل" کے تحت صراحت کی ہے کہ ہمارے شیخ صاحبِ نسب تھے اور

حسب ان کے حال کا شاہد تھا۔ عیب جوئی اچھی نہیں - عبدالحق (شیخ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۱ ھ) فاضل بے نظیر تھے - لیکن چند مقامات پر اس عزیز نے غلطی کی ہے - میں نے ان کے بیٹے نورالحق سے کہا کہ اے ستودہ شعارا تمہارے والد نے نسخۂ اخبار (اخبار الاخیار) تصنیف کیا ہے، لیکن اس کی صحت کو برقرار نہ رکھ سکے، افسوس کہ ایسا کیا۔ ان کے بیٹے نے بکمال صدق و صواب جواب دیا کہ "ضعیفی کی وجہ سے اس کتاب پر نظرثانی نہ کر پائے" پھر شاگردوں کے طفیل اس کتاب کے نسخے شہرت پا گئے - ایسے کچھ کی سند نہیں - ایسی باتوں سے بد نیک اور نیک بد نہیں ہو جاتا۔ واضح رہے کہ مطبوعہ اخبارالاخیار (مطبع مجتبائی دہلی) کی فہرست میں "شیخ بھکری کا ترجمہ نہیں ملا۔ شاید کسی اور نام سے ذکر ہوا ہو یہ بھی امکان ہے کہ شیخ بھکری کا ذکر حذف کر دیا گیا ہو۔

مصنف نے واصلین کے زمرے میں حضرت میاں میر لاہوری اور ملا شاہ بدخشی کے ساتھ دارا شکوہ اور سرمد کو بھی جگہ دی ہے، بلکہ عہدِ جہانگیری کے ایک مشہور شیعہ عالم کو بھی اس عنوان سرخ کے ساتھ شامل کیا ہے "تاریخ نقل قاضی میر نور اللہ شوشتری رحمت اللہ علیہ و علی آبائہ" - عادل بادشاہوں میں سے شیرشاہ سوری اور شاہجہان بادشاہ صاحب قران ثانی کو، اور جہاں آرا بیگم کو بھی جگہ ملی ہے۔

مختصر یہ کہ "مخبرالواصلین" اپنے اندر معلومات کا ایک خزانہ لیے ہوئے ہے، اس کو طبع ہونا چاہیے اور تنقیدی متن تیار کرنے کے لیے سندھ کے اس مخطوطے سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔

"مخبرالواصلین" کے نسخے میں اوراق کے درمیان ایک ورق کسی علی محمد نظامانی کا خط بنام میاں عبداللہ (مکتوبہ ۱۲۷۲ ھ) بھی محفوظ رہ گیا ہے جو امکاناً کاتب نسخۂ امداد علی نظامانی سے کوئی نہ کوئی قرابت رکھتا ہو گا۔

۲۔ کتاب فی الطب:

یہ عربی زبان میں ہے اور ورق ۸۷ تا ۱۰۹ آتی ہے۔ آخر سے ناقص ہے، مگر یہ نقص کچھ زیادہ نہ ہو گا، کیونکہ کتاب دس مقالات پر مشتمل ہے اور ہر مقالہ چند فصل پر - کتاب آخری یعنی دسویں مقالے کی "الفصل الثامن" پر ناتمام رہ جاتی ہے۔ اگلا ورق خالی ہے۔ اس لیے اس پر کوئی ترقیمہ نہیں ہے - مقالات کے عنوانات یہ ہیں:

○ المقالہ الاول — فی الامور الطبیعیہ

المقالہ الثانیہ — فی التشریح

- المقالہ الثالثہ — فی احوال بدن الانسان واسبابہا والعلامۃ الدالۃ علیہا
- المقالہ الرابعہ — فی النبض والتفسرۃ
- المقالہ الخامسہ — فی تدبیر الاصحاء وعلاج امرضی علی وجہ کلی
- المقالہ الثامنہ — فی الامراض تقتیہ الاعضاء
- المقالہ التاسعہ — فی علل ظاہرالبدن والحمیات
- المقالہ العاشرۃ — فی قوی الاطعمۃ والاشربۃ الماٴلوفۃ

صاحبِ کتاب نے آغاز میں صراحت کی ہے کہ کتبِ متقدمین سے انتخاب کرکے معلومات دس مقالات کی صورت میں مرتب کی ہیں۔

۳۔ رسالہ درعلمِ طب مسمی بہ نافع الخلق:

دیباچے کی تصریحات کے مطابق یہ تالیف "سید عبدالفتاح المخاطب من الرسول الامین بخواجہ عبداللہ ننگین" کی ہے۔ اور معالجات قانون وغیرہ کے منتخبات کا خلاصہ ہے۔ کتاب ورق ۱۲ / الف سے شروع ہوتی ہے اور ورق ۱۳۷ / الف پر اس ترقیمے کے ساتھ تمام ہوتی ہے: "تمام شد ہذہ النسخہ مسمی بنافع الخلق تالیف میر عبدالفتاح بتاریخ ہفتم ماہ محرم سنہ ۱۱۷۱"

۴۔ رسالہ خواص نباتات ہندیہ و سندیہ:

یہ رسالہ بھی سید عبدالفتاح المخاطب من الرسول الامین بخواجہ عبداللہ ننگین کی تالیف ہے۔ اس کا دوسرا نام "بستان افروز" ہے، اس لیے کہ بقولِ مؤلف اس میں مذکور اکثر ادویہ بستان میں پیدا ہوتی ہیں۔ کتاب صرف ۱۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ اور "قد تم الرسالہ بحمد اللہ و منہ ـــ" کی صراحت کے ساتھ تمام ہوتی ہے، یعنی اندراجات اسی قدر تھے جو درج ہوئے۔ نباتات ہندیہ و سندیہ جن کی شناخت اور خواص و منافع کا ذکر آیا ہے کم بیش چالیس ہیں، جن میں سے سات کو ان نے ہندی و سندی ادویہ میں امہاتِ معالجات طبیہ قرار دیا ہے، یعنی موتیا، اکو، گل داودی، کودل (سندی کھتل) نیم، عباسی، اور کوتک۔ پھر مزید چار کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی تلسی، کتوری، چاندنی، شبو۔ پھر بسنت، دوپہر، زعفران، چنبیلی، توپر، سنبالو، تاج خروس، مشکناز وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ نباتات کے نام سندھی میں بھی دینے کی وجہ سے یہ مخطوطہ سندھی زبان کے فرہنگ نویسوں کے لیے قابلِ توجہ ہے۔

۵۔ اسامی الادویہ:

یہ رسالہ ادویہ کے ناموں کی فرہنگ ہے- ناموں کو باب وار مرتب کیا گیا ہے باب الالف ورق ۱۵۲ / ب سے شروع ہوتا ہے جب کہ آخری ، باب الیاء ورق ۱۹۳ / ب پر تمام ہو جاتا ہے- آخر میں " تمت اسام (وا لصحیح : اسامی) الادویہ بحمداللہ تعالیٰ " کی صراحت آتی ہے- ہر لفظ کے ساتھ ع ، ف ، س ، ھ کی علامتوں کی مدد سے ان زبانوں کو بھی ظاہر کیا ہے جن میں وہ اور اس کا مترادف مستعمل ہے- کہیں کہیں " م " کی علامت بھی آتی ہے- نہیں معلوم اس سے کیا مراد ہے -چند اندراجات مختلف ابواب سے اخذ کرکے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں-

باب الالف :- اقحوان ع ف بابونہ کوہی

استرف س درخت ژورہ

باب الراء :- ریحان ع ف نازبوی

باب السین :- سلق ع چقندر

سمارد غ ف م کلاہ ماران

سیاہی مداد م روشنائی کہ بآن نویسند

۶ - اوراق منافع الخلق :

علق کے طبی استعمال پر دو اوراق- یہ " نافع الخلق " کے درمیانی حصّے کے اوراق ہیں-

۷ - رسالۂ علم الامراض :

یہ شاہ ارزانی کے عربی رسالے " حدود الامراض " کا فارسی ترجمہ ہے- مترجم نور محمد ولد یعقوب بوبکانی ہے ، جس نے میر کرم علی خاں تالپور والی سندھ (بزمان ۱۲۲۷ ھ تا ۱۲۴۴ ھ مطابق ۱۸۱۲ء تا ۱۸۲۸ء) اسے پایۂ تکمیل کو پہنچایا - اس کا ذکر میر کرم علی خان تالپور کے درباری شعراء و اطباء میں " مخدوم نور محمد بوبکانی " کے نام سے آتا ہے- مترجم نے دیباچۂ کتاب میں اپنے حالات بیان کیے ہیں اور بتایا ہے کہ یہ ترجمہ میر کرم علی خان تالپور کی فرمایش پر کیا ہے- والیان سندھ میں عباسی اور تالپور دونوں خاندانوں کے حکمرانوں میں علم و ادب اور فنِ طب کی سرپرستی کا رجحان رہا ہے اور بعض تو خود عالم فاضل اور طب کے جاننے والے ہوئے ہیں- چنانچہ رسالۂ تحقیق کے گذشتہ شمارۂ ہفتم میں میاں نور محمد عباسی (کلہوڑہ) کی بیاضِ طب کا تعارف پیش کیا جا چکا ہے اور ان کی تصنیف " منشور الوصیت " چھپ کر شائع ہو چکی ہے- ان کلماتِ تحسین کے بعد اب " علم الامراض " کا وہ دیباچہ نقل کیا جاتا ہے جس سے میر کرم علی خاں تالپور کی اطباء نوازی و علم دوستی ظاہر ہوتی ہے مخدوم نور محمد بوبکانی نے اپنے دیباچے میں میر کرم علی خاں کو عالمِ علوم

حکمت لکھ کر تحسین کی ہے۔ لکھتے ہیں:

"پوشیدہ نماند کہ این راقم الحروف مذنب الراجی الی رحمت ربہ نور محمد ولد مرحوم مغفور ؟ لد یعقوب الطیب --- البوبکانی غفراللہ ذنوبہما بعد حصول قدرے از علمِ فارسی و عربی از پدرِ بزرگوار خود برخے از علمِ طب کسب کردہ بود و بوسیلۂ این علمِ شریف بخدمت امیرِ عالی مقدار شہر یارِ والاتبار خورشیدِ آسمانِ عصمت (والصحیح: عظمت)، نیرِ برجِ سلطنت، شہسوارِ عرصۂ شجاعت، مالکِ ملکِ سخاوت، ستودۂ دوران، برگزیدۂ جہاں، کیخسرو منزلت، کسریٰ معدلت، عالمِ علومِ حکمت، شاغلِ شغلِ دین و ملت، صاحبِ سخن، میر والا تدبیر، روشن ضمیر میر کرم علی خان دام اقبالہ۔ شرف گردیدہ از فیض عامش بہرہ یاب می نمودہ بود۔ رباعی (والصحیح: قطعہ):

شہ سریر شرافت کرم علی خانست
مہ سپہر سخاوت کرم علی خانست
سخنوری نبود در جہاں چو او دیگر
سحاب علم فصاحت کرم علی خانست

روزے از روزہای، از آنجناب ایمای رفت کہ کتاب حدود الامراض تصنیف محمد ارزانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ بعبارتِ عربی است مترجم بفارسی گرداند۔ فقیر حسب الامر دران کوشید و این رسالۂ شریفہ را موسوم گردانیدم بہ علم الامراض۔"

(ورق ۱۷۱)

اس کے بعد مترجم نے میر کرم علی خاں کی مدح میں اپنا ایک قصیدہ بھی نقل کیا ہے جسے محفوظ رکھنے اور متعارف کرانے کے خیال سے نقل کیا جاتا ہے کیونکہ وہ سندھ میں فارسی کی مدحیہ شاعری کا ایک قابلِ لحاظ حصہ ہے۔

"قصیدہ در مدحِ میر موصوف دام اقبالہ"

ساقیا تا چند باشم بیقرار از انتظار
از مئے فرحت فزا بہرِ خدا جامی بیار
تا فرامش سازم از مستی غمِ ایام را
از محیطِ فکر دنیا ساعتے گیرم کنار
سازشِ پیرِ مغاں می بایدم یاراں تمام
کو نسازد گر نسازد این سپہر کہنہ کار

بر مرادِ من اگر گردون نمی گیرد ، چه باک
دانا یکساں نباشد کار ہای روزگار

چوں نگردد چرخ برکامم که ممدوحِ منست
مہرِ عالمگیر خوش تدبیر شاہِ ذوالوقار

آں جواں طالع بلند اختر که بر سطحِ زمین
مادرِ گیتی نزاده مثلِ او یک شہریار

[illegible] خاں ذوالکرم والاہمم
کز درِ او برنگردد ناامید امیدوار

تو گلِ باغِ مروّت گوہرِ بحرِ کرم
ماہِ برجِ سلطنت مہرِ سپہرِ اقتدار

معدنِ علم و عطاء و منبعِ حلم و حیا
مخزنِ فیض و بلاغت مقبلِ پروردگار

مومن و مقبولِ درگاہِ خدا و فیض بخش
ناصرِ دینِ نبیؐ و عدل کیش و دین دار

تیغِ او بر فرقِ اعدا مینماید کارِ برق
دستِ او ہنگامِ بخشش رشکِ ابرِ نوبہار

رستمِ روزِ وغا ، کیخسروِ بزمِ جلال
غازیِ صفدر ، شجاع و شیرگیر و شہسوار

خسروا آموختندے از تو آئینِ کئی
این زماں گر بود گیو و رستم واسفندیار

گر بدورِ جودِ بی پایانِ تو حاتم بدی
چوں گدایاں آمدی بر درگہِ دولت مدار

کی ارسطو از ندیمی سکندر داشتی
آنچه دارد کمترین بندگان افتخار

حسنِ خلقش تازه می دارد مشامِ خلق را
دستِ جودش زود سازد مفلساں را مالدار

نیک بخت و نیک سیرت نیک خو و نیک نام
کام بخش و کام خواہاں کامران و کامگار

پیشِ عقلِ کاملش رائی اولوالالباب گم

داند از روشن دلی راهِ نہاں را آشکار

صاحب فہم و ذکا و معنی لفظِ خرد

رونقِ ملک سخنہا خوش مزاج و خوش شعار

از برای آنکہ باشی نوجوان و کامگار

پیرِ گردوں داد در دستت عنانِ اختیار

دوست دارندت خدا و مصطفیٰ و مرتضیٰ

تا توئی از جان و دل آلِ علی را دوستدار

گر نظر از لطف داری اے خور چرخ شرف

از شعاعِ جود تو کالبدر گردد ذرّہ وار

خسروا دارد غلامت فخر بر آزادگان

بندہ ام تا زندہ ام اے بندگانت باوقار

گرچہ سازم تا قیامت از قصائد دفتری

حسنِ اوصاف تو گنجایش ندارد درشمار

نورِ خامش وصفِ میر ذوالکرم بی منتہاست

باش شاغل در دعای دولتش لیل و نہار

تاگلستانِ جہاں می دارد این نشوونما

این گل گلزار دولت را الہیٰ تازہ دار

بخت رام و حاصلش مقصود دل بادا مدام

تا فلک گردندہ باشد تا زمیں دارد قرار

(ورق ۱۷۱ / ب تا ۱۷۲ / ب)

ورق ۲۰۰ پر رسالہ باب السین المہملہ کے مرض "سکتہ" کی تشریح پر ناتمام رہ جاتا ہے۔

۸ ۔ فرہنگِ مذکر الاطباء:

اس مختصر رسالے میں حروفِ تہجی کی ترتیب کے ساتھ ، باب الالف سے باب الیا تک الفاظ کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ ورق ۲۰۱ / الف سے شروع ہو کر وارق ۲۰۶ / ب پر تمام ہو جاتا ہے - خاتمے پر "تمت تمام شد فرہنگِ مذکر الاطباء" کی صراحت ملتی ہے۔ مگر باقی ماندہ درمیانی

ابواب کے اوراق اسی مجموعے میں جداگانہ طور پر درج ہیں۔

۹۔کتاب دربیانِ نبض مع جدول (موسومہ سراج النبض):

رسالے کے شروع میں مختصر دیباچہ ہے جس میں مصنف اپنا نام " حبیب اللہ صوفی بن خواجہ ابراہیم صدیقی البھکری " بتاتا ہے۔ وہ مدعی ہے کہ علم ِنبض کے استادوں کے بیانات اگرچہ چاند کی طرح روشن تھے (روشن کالقمر) لیکن حقیر کا بیان تحقیقِ انواع و تفصیلِ اجناس و تشریحِ علم ایسا ہے جیسے بیچ آسمان کا سورج (کالشمس فی وسط السماء) یہ رسالہ منظوم ہے اور تین مقالوں اور دو جدولوں پر مشتمل ہے ۔کتاب " دربیانِ سببِ تصنیفِ کتاب " سے شروع ہوتی ہے۔ مصنف نے بتایا ہے کہ اس کے استاد قاضی محمد عمر اور ان کے استاد سید عبدالکریم اور ان کے استاد سید عبدالفتاح تھے۔ اور یہ کہ " استاذی قاضی محمد عمر کے زمانے سے نبض کے موضوع پر تصنیف کا ارادہ تھا ۔ ایک روز ان کے دوست اخوند غلام حیدر مہیسر نے اس موضوع پر رسالہ نظم کرنے کی استدعا کی"۔چنانچہ انھوں نے اپنے مرشد پیر محمد راشد سے طلبِ فیض کرکے یہ کتاب نظم کی تاکہ خلق اللہ کو نفع پہنچے ۔ یہ منظوم کتاب ورق ۲۰۸ / سے شروع ہوتی ہے اور ورق ۲۱۴ / ب پر تمام ہو جاتی ہے ۔ خاتمے کے اشعار میں اس نے بتایا ہے کہ اس کتاب کا اسم " سراج النبض " ہے جس میں لفظ نیک کے اعداد جمع کرنے سے سنہ ۱۲۳۷ھ نکلتا ہے۔

آخر میں چند متفرقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

○ فلائی لیف (خالی ورق) پر ایک یادداشت سندھی رسم الخط میں آتی ہے جس سے " مخبرالواصلین " کے کاتب امداد علی نظامانی (سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ) کا کوئی خاندانی تعلق ہو سکتا ہے اور یہ بھی کہ یہ خاندان کس جگہ سے تعلق رکھتا ہے۔

" ملکیت احمد علی ولد گل محمد نظامانی ساکن ٹنڈو قیصر تعلقو حیدرآباد فقط ۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ۔ "

○ آغاز کے خالی ورق ۲ پر والی سندھ محمد سرفراز عباسی کے دو اردو اشعار آتے ہیں۔ میاں محمد سرفراز عباسی (کلھوڑہ) ملقب بہ خدا یار خاں عہد حکومت ۱۱۸۶ھ تا ۱۱۸۹ھ ، مقتول ۱۱۹۱ھ ۔ مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ وہ بڑا عالم ، سخن فہم اور شاعر تھا۔ اس کا فارسی کلام تاریخوں اور تذکروں میں منقول ہے۔ اس کلام میں یہ مشہور ریختہ بھی منقول ہے:

دوش دیدم خجستہ دختر کے ایستادہ بناز در بر کے
دست بگرفتمش بہ ہندی گفت چھوڑ دے ہاتھ چوڑیاں کھڑکے

اب وہ دو اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو مخبرالواصلین سے قبل کے خالی ورق پر ملتے ہیں۔

"فرد محمد سرا فراز"

قفس کے بیچ میں بلبل کہاں فریاد کیا کیجے
لکھا قسمت کا یاں ہونا چمن کوں یاد کیجے

"ایضاً فرد"

ارے بلبل کے پر باندھے، نہیں (اب) آشیاں اپناں
نہ گل اپناں نہ باغ اپناں نہ لطفِ باغبان اپناں

آغاز کے ایک خالی ورق (فلائی لیف) پر یہ اردو کلام بھی درج ہے:

"چوں نادر شاہ عزم تسخیر دہلی نمود محمد شاہ این رباعی در صحبت مجلس خواند۔"

دن مرا جام سے گزرتی ہے   این دل آرام سین گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے   اب تو آرام سین گزرتی ہے
(کذا فی الاصل)

"جواب محمد رفیع"

مرد کی نام سے گزرتی ہے   غیر کی جام سیں گزرتی ہے
سلطنت جس کی ہو گئی برباد   خاک آرام سیں گزرتی ہے

فارسی اشعار میں ایک ایک شعر شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ اور سلیمان طہرانی کا بھی ملتا ہے۔ درمیان کے خالی اوراق میں چند طبّی نسخے بھی درج ہیں جن پر ناموں کی صراحت اس طور پر آتی ہے۔

- "نقل از خلیفہ میاں مومن دام فضلہ" (ورق ۷۶ / ب)
- "ادویہ بواسیر از پیر صاحب میاں علی محمد دام برکاۃ" (ورق ۱۱۱ / ب)
- "نقل از پیر صاحب محمد حنیفہ دام برکاۃ" (فرق ۲۵۴ / الف)